قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ اور تفسیر مظہری

قدیر احمد
ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

ABSRTRACT

Hazrat Qazi sanaullah panipati (r.a) was the author of various religion books died in 1810.He wrote paraphrase / commentary of the Holy Quran in arabic, is called Tafseere-e-Mazhari that is translated in Urdu by peer karam shah al Azahri in 10 volumes. I have quoted few verses from first volume to review and research and place with my own comment that has been divided in four chapters. At the very outset I have pointed out the manners and characteristic on paraphrases of the author. Although the comments and paraphrases contained very high value for the general educated or scholars as a result it has been included in syllabus of madrsa's all over. But here the claim would be wrong that any comments of paraphrases will be free from defect and mistake. At last I have also placed a short comment.

صاحب تفسیر مظہری حضرۃ العلامہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

صاحب تفسیر مظہری عمدۃ المفسرین ترجمان مسلک حنفی (امام اعظم ابوحنیفہؒ) رموز تصوف کے امین، عارف مسائل الفقہ واختلاف الفقہاء والمحدثین حضرت العلامہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء قدس سرہ

پانی پتی کی اولاد ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت 1722ء کو پانی پت میں ہوئی اسی نسبت سے آپ کو پانی پتی کہا جاتا ہے۔ آپ کی نسبت بارہ واسطوں سے شیخ جلال عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتی ہے۔ اور یہ نسبت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک جاتی ہے۔ اسی نسبت سے شیخ جلال الدینؒ کو شیخ جلال الدین عثمانی بھی کہتے ہیں۔

ابتدائی حالات

آپ روز اول سے ہی دین اسلام کی خدمت اور کتاب الٰہی کی خدمت کے مشن پر گامزن تھے۔ چنانچہ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا اور 16 سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے۔ اسی طرح آپ جیسے جیسے زندگی کے منازل طے کرتے گئے علمی تجسس میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور آپ کو جہاں جہاں علم کی روشنی ملی آپ نے بھر پور استفادہ کیا۔ طالب علمی کے اس سفر میں آپ کو ماہر محقق اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مطالعہ کے ذوق کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے زمانہ طالب علمی میں ہی کتب درسیہ کے علاوہ (150) کتابوں کا مطالعہ کیا۔ (۲)

حصول علم اور مقتدر اساتذہ

حصول علم کے سلسلے میں آپ کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ مدرسہ رحیمیہ میں کافی عرصے تک حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ اور زیر شفقت رہے۔ اس سے قبل آپ نے ابتدائی درس نظامی کی تعلیم اپنے شہر کے اساتذہ سے حاصل کر لی تھی۔ پھر بعد میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث اور سند حدیث بھی حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ آپ کی تصانیف کا بغور مطالعہ کیا بالخصوص آپ کی کتاب علم تفسیر پر الفوز الکبیر جو کہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

قبلہ قاضی صاحب کو یہ مقام بھی حاصل ہے کہ آپ نے تفسیر کرتے ہوئے ان تمام اصول وضوابط کا خاص خیال رکھا ہے جس کو شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔
جیسا کہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے بھی لکھا:

> ”اگر یہ کہا جائے تو عین مناسب ہوگا کہ الفوز الکبیر میں پیش کئے گئے اصول کے مطابق علم تفسیر پر پہلی کتاب تفسیر مظہری لکھی گئی کیونکہ اس تفسیر میں الفوز الکبیر کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے“(۹)

گویا آپ نے علمی دنیا میں ایک نام پیدا کیا۔ تحقیق اور تصنیف کے کٹھن مراحل کو بڑی خوش اسلوبی سے طے کیا۔ آپ علم فقہ اور حدیث میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ آپ ہی کے بارے میں شیخ عبدالعزیز بن ولی اللہ دھلوی نے ”بیہقی وقت“ کا لقب عطا فرمایا آپ علم تفسیر، فقہ، کلام اور تصوف میں نہایت فاضل تھے۔ خصوصاً علم فقہ میں آپ کو کمال حاصل تھا کہ اس میں کئی کتابیں اور رسالیں تصنیف فرمائے اور بہت سے مشکل سوالوں کے جوابات تحریر فرمائے۔

روحانی اساتذہ اور اکتساب فیض

تصوف کے اعتبار سے آپ کا روحانی تعلق حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ پہلے شاہ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی پھر ان کی وفات کے بعد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کی نگاہ

فیض رساں سے اپنے قلب وروح کو معرفت وحقیقت کے نور سے خوب منور کیا۔ اور آپ کی وساطت سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار ونظریات کو اپنے اوپر نافذ کیا۔ اسی طرح تصوف کی کٹھن اور پر خار وادی سے دامن کو سمیٹ کر بڑی کامیابی سے طریقت کے تمام مقامات کو طے کیا۔ حضرت مرزا رحمۃ اللہ علیہ ان سے بڑی محبت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے قاضی صاحب کو علم الھدیٰ کا لقب دیا۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھ سے پوچھے گا کہ میری جناب میں کیا لیکر آئے ہو تو کہوں گا کہ ثناء اللہ کو تیری بارگاہ میں لیکر آیا ہوں۔ آپ فرماتے تھے کہ قاضی صاحب طریقت ومعرفت کے انوار سے منور ہیں۔ اور وہ ملکوتی صفات سے متصف ہیں جن کی ملائکہ بھی عزت وتکریم کرتے ہیں۔ تقویٰ وپرہیز گاری ودیانت میں ان کا مقام ارفع واعلیٰ ہے۔ ان کے شیوخ ان سے بڑی محبت کیا کرتے تھے اور ہمیشہ ان کے زہد وتقویٰ کی تعریف کیا کرتے۔ (۳)

شیخ غلام علی علوی دھلوی اپنی کتاب المقامات میں فرماتے ہیں، ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تقویٰ اور دیانت میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ عبادت گزار اور ریاضت کرنے والے تھے۔ ہر روز سو رکعت نفل نماز ادا فرماتے اور قرآن کی سات منزلوں میں سے ایک منزل روزانہ تلاوت فرمایا کرتے۔ ایک زمانہ تک افاضہ فیض ظاہر وباطن، اشاعت علوم، تفصیل خصوصیات اور حل مشکلات میں مشہور رہے۔

تصنیفات وخدمات

آپ ایک مایہ ناز مجتہد، مفسر، مفتی اور محدث بھی تھے اور ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ میں آپ کو انتہائی درجہ کا کمال حاصل تھا۔ آپ اپنے قوت فکر، سلامت ذہن، اور کمال علم کی بنا پر فقہ واصول فقہ کے میدان اجتہاد کے رتبہ پر فائز تھے۔ آپ کی مجتہدانہ صلاحیت کو الشیخ غلام علی علوی دھلوی نے المقامات میں اور شیخ محسن بن یحیٰ الترھتی نے "الیانع الجنی" میں تسلیم کیا ہے اور انکے اختیارات کو فقہ واصول فقہ میں ملتا ہے۔ آپ نے علم وحکمت کے خزانے جو جمع کئے تھے جب انہیں لٹانے کا وقت آیا تو دل کھول کر سخاوت کا اظہار کیا۔ دونوں ہاتھوں سے علم کی خیرات تقسیم کی۔

قاضی صاحب کی تصنیفات ورسائل درج ذیل ہیں:

(۱) تفسیر مظہری: یہ کتاب سات ضخیم جلدوں میں مشتمل ہے۔

(۲) ارشاد الطالبین۔

(۳) رسالہ لابد منہ۔

(۴) تذکرۃ الموتیٰ والقبور۔

(۵) تذکرۃ المعاد

(۶) حقوق الاسلام: یہ کتاب حقیقت الاسلام کے نام سے مشہور ہے۔

(۷) رسالہ حرمت واباحت سرود۔

(۸) رسالہ حرمت متعلقہ۔

(۹) رسالہ شہاب ثاقب۔

اس کے علاوہ اسکے مزید رسائل ہیں جن کی تعداد تیس (30) سے زیادہ ہیں۔ فقہی مسائل کو بیان کرتے ہوئے قاضی صاحب بیان مسئلہ کے ساتھ اسکے ماخذ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ اور آئمہ اربعہ کا مسلک بھی بیان فرماتے ہیں تصنیف و تالیف کے ذریعے دین متین کی جو خدمت آپ نے سرانجام دی رہتی دنیا تک ایک عالم اس سے فیض یاب ہوتا رہے گا۔ اور ساتھ ہی آپ کے درجہ قرب میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔

قاضی صاحب کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) خزینۃ الاصفیاء

(۲) علم وعمل	جلد اول	صفحہ نمبر 689---------	690
(۳) حدائق الحنفیہ		صفحہ نمبر 465---------	465
(۴) مظہر العلماء		صفحہ نمبر 47----------	48
(۵) حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ		صفحہ نمبر 304---------	302

وفات

علم وفضل کا یہ منارہ، معرفت و آگاہی کا بے پناہ سمندر، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت کا دلدادہ، تصنیفات و تالیفات کا شہسوار یکم رجب ۱۸۱۰ء بمطابق ۱۲۲۵ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مولوی حافظ محب اللہ پانی پتی نے ان کی تاریخ انتقال آیہ کریمہ " لھم مکرمون فی جنت النعیم" سے نکالی ہے۔

ا) اسلوب بیان

یہ تفسیر عام اقسام کی جامع اور منفرد خصوصیات کی جامع تفسیر ہے۔ اگر اس میں احادیث اور آثار صحابہ کو دیکھا جائے تو یہ تفسیر بالماثور نظر آتی ہے۔ اور اگر اسکی فقہی مباحث کو دیکھا جائے تو آپ نے انتہائی شرح وبسط کے ساتھ فقہی مسائل کا تذکرہ کیا ہے اور اپنے مسلک حنفی کے موقف کو بڑے مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ اگر صرف ونحو کی تراکیب اور لغوی تحقیقات کا جائزہ لیا جائے تو بیضاوی اور کشاف جیسی تفاسیر کے ہم پلہ نظر آتی ہے۔

زبان انتہائی سلیس، لہجہ انتہائی خوبصورت اور تشریح وتوضیح انتہائی مناسب ہے۔ بالخصوص آپ نے بڑے دقیق فقہی مباحث کو بہت سہل اور خوبصورت پیرائے میں قابل فہم بنایا ہے۔ جو کہ اسلام کی بنیادی معلومات رکھنے والے قارئین کے لئے بھی ذوق کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اور قارئین فہم قرآنی کی گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ ان الجھا دینے والے مسائل سے بھی اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتے۔

آپ نے علم قرآنی کے مختلف معانی ومطالب سے مخصوص معنی کا انتخاب کرنے کے لئے آثار صحابہ اور احادیث سے بھی مدد لی ہے۔ اور اس تواتر کو قائم رکھنے کے لئے حتی الامکان کوشش کی ہے۔ انتخاب معانی ومطالب کے لئے آپ اجماع امت کو فوقیت

دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس وجہ کر ان کی تفسیر تفسیر بالماثور سے متعلق نظر آتی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے عقلی استدلال سے مکمل اجتناب کیا ہے۔ اور بسا اوقات مسئلہ کو اقوال صحابہ و دیگر آئمہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تقریباً تمام مقامات پر آپ کا تفسیری اسلوب یہی رہا ہے۔

قاضی صاحب نے ہر آیت کا پہلے لفظی ترجمہ کیا ہے۔ اور جو اضافی الفاظ نظم قرآنی کے علاوہ مذکور ہوئے ہیں۔ انکو قوسین کے ذریعے قرآنی نظم سے ممتاز کیا ہے۔ پھر ہر الفاظ کے معنی و مطالب پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ انکی لغوی و اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے انکی مناسب تعریف پھر اس پر مختلف علماء کی آراء و اقوال بیان کر کے اس کو مزید واضح کر دیتے ہیں۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ الفاظ کی صرفی و نحوی بحث کو بڑی خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش فرماتے ہیں جس سے الفاظ کا ماخذ اور اس کی حقیقت اظہر من الشمس کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔ جو کہ عربی ادب کا ذوق رکھنے والے قارئین کے لئے توجہ کا مرکز بھی بن جاتی ہے۔ اور وہ ان سے خوب محظوظ ہوتے ہیں۔

سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۶ کے تحت فرماتے ہیں:

اولئک الذین یشترون الضللة بالھدی فما ربحت تجارتھم۔

اس آیت کریمہ میں اشتروا بمعنی استبدلوا ہے یعنی انہوں نے بدل ڈالا۔ الضلالة سے مراد کفر ہے۔ اور بالھدی سے مراد ایمان ہے۔ تجارت کا مطلب نفع کو طلب کرنا ہے۔ یعنی خرید و فروخت کر کے راس المال پر زیادتی چاہنا ہے۔ یہاں نسبت تجارت کی طرف مجازی ہے کیونکہ تجارت کرنے والا تجارت کر کے منافع حاصل کرتا ہے۔ اس لئے نفع کی نسبت انکی طرف کر دی یا نفع کی نسبت تجارت کی طرف اس لئے کہ وہ نفع کا سبب ہوتی ہے۔ جس طرح تجارت کرنے والا نفع کا سبب ہوتا ہے۔

کیونکہ تجارت سے مقصود راس المال کی سلامتی کے ساتھ ساتھ نفع کا حصول ہوتا ہے۔ یہ وہ بحث ہے کہ راس المال (فطرت) بھی ضائع کر چکے ہیں۔ اس لئے حق کا ادراک اور کمال کے حصول کا منافع بھی نہیں حاصل کر سکتے۔

قاضی صاحب نے اس تفسیر میں بڑے ہی آسان اور سہل انداز میں آیت کے مفہوم کو سمجھایا پہلے ہر لفظ کو الگ الگ بیان کر کے پھر اس کا خلاصہ پیش کر دیا جس سے یقیناً عام قارئین بڑے ہی آرام سے فہم قرآن کا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ان کا انداز متقدمین کے روایتی مفسروں کی عکاسی کرتا ہے۔ لیکن ان کا سہل انداز بیان یقیناً قابل ستائش ہے۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر 17 میں قاضی صاحب نے جس خوبصورت پیرائے میں صرفی و نحوی ابحاث فرمائی ہے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہے ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ یہاں الذی بمعنی الذین ہے۔ جیسے خضتم کالذی خاضوا میں الذی بمعنی الذین ہے۔ یہ کلام عرب میں جائز ہے القائم القائمین کی جگہ استعمال کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اسم موصول الذی وغیرہ مقصود بالوصف نہیں ہوتا بلکہ مقصود وہ جملہ ہوتا ہے جو اس کا صلہ ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ الذی اسم تام نہیں۔ بلکہ اسم تام کا جز ہے اسلئے حق یہ ہے کہ اس کی جمع نہ ہو۔ اور الذین اس کی جمع نہیں ہے۔ الفاظ کی زیادتی کے ذریعے معنی کی زیادتی مقصود ہوتی ہے۔ یہاں بھی اسی طرح الذی میں معنی کی زیادتی پر دلالت کرنے

کیلئے الذین بنا دیا گیا ہے۔ الذین اگر اسکی جمع ہوتی تو حالت رفعی میں الذون استعمال ہوتا۔ حالانکہ یہ ہمیشہ الذین یعنی یاء کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے۔ یہ بھی دلیل ہے کہ یہ الذی کی جمع نہیں ہے۔

جیسا کہ مذکورہ عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ قاضی صاحب نے کس طرح الفاظ کی صرفی و نحوی تراکیب کرتے ہوئے بیضاوی اور کشاف جیسی تفاسیر کی عکاسی کی ہے۔ اس سے ان کے تفسیری رجحانات کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تقریباً یہی اسلوب بیاں انہوں نے دیگر مقامات پر بھی اختیار کیا ہے۔

ہر آیت کا شان نزول اس ضمن میں علماء کے اقوال اور آئمہ کرام کے دلائل اور پھر اس سے اخذ کردہ نتیجہ اور مذکورہ احادیث جو اس ضمن میں وارد ہوئی ہیں ان کا بھی جائزہ لیا ہے۔ المختصر یہ ہے کہ آپ جمع و تالیف اور کثرت روایت کے دلدادہ ہیں آپ نے اس تفسیر میں صحت کا التزام بھی رکھا ہے۔ کتب تفسیر میں صرف الدر المنثور ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں صرف تفسیری اقوال و آثار کے ذکر کرنے پر اکتفاء اور اپنی رائے کو جگہ نہیں دی گئی ہے۔ دیگر تمام کتب میں ذاتی افکار و آراء کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔

۲) اہم تفسیری خصوصیات

قاضی صاحب نے جہاں صرفی و نحوی الجھن یا پیچیدگی کو دیکھا تو اسے آئمہ فن کے مستند اقوال سے اسکا حل بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اکثر مقامات پر قاضی صاحب کے اس انداز کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

قاضی صاحب نے بھرپور صرفی و نحوی بحث فرمائی ہے اور قدرے تفصیل کے ساتھ ان علوم پر گفتگو فرمائی۔ نحو و صرف کے ذوق رکھنے والے افراد کے لئے یہ تفسیر واقعی قابل قدر ہے۔

آپ نے چونکہ امام ربانی کے افکار و نظریات کو اپنے اوپر نافذ کیا ہوا تھا۔ لہذا آپ تصوف کی دقیق اور مشکل مباحث کو بڑے ہی خوبصورت اور حسین پیرائے میں ذکر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس میں آپ کی انفرادیت مسلم ہے۔ چونکہ آپ کا تصوف سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ لہذا وہ اس قسم کی ابحاث پر بھرپور توجہ دیتے ہیں مثلاً حروف مقطعات کی بحث میں وہ اپنے شیخ و امام حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرمایا:

میرے شیخ و امام نے فرمایا کشف کے ذریعے پورا قرآن یوں ظاہر ہوا جیسے یہ برکت الٰہیہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ اور یہ حروف اس سمندر میں اس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ گویا چشمے ہیں جو ابل رہے ہیں اور ان سے وہ پورا سمندر نکل رہا ہے۔

ان مکاشفہ کی بناء پر کوئی بعید نہیں کہ یہ حروف قرآن کے اسماء ہوں اور قرآن اس اجمال کی تفصیل ہو۔ حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ فرمایا قرآن کی ہر آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور حد کا ایک مطلع ہے اور ہر حروف کی ایک حد ہے۔ اور ہر حد کا ایک مطلع ہے۔

مذکورہ عبارت سے قاضی صاحب کے تفسیری رجحانات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔ جو کہ ان صوفیانہ خیالات کی عکاسی کررہا ہے۔

سورۃ البقرہ کی ہی آیت نمبر 117 کے تحت فرماتے ہیں:

بدیع السموات والارض . واذا قضی امراً فانما یقول کن فیکون٥

مذکورہ آیت میں کونین کی بحث میں مفسر اپنا جواب پیش کرنے کے فوراً بعد اہل صوفیاء کے جواب سے اپنے جواب کو مزید مظبوط کرتے ہیں۔ فرمایا:

رؤسا صوفیاء نے اسی طرح کہا ہے۔ اس سے اعیان ثابتہ کے مرتبہ میں ہونے سے حدوث زمانی لازم نہیں آتا بلکہ حدوث ذاتی لازم آتا ہے۔ اس تاویل پر یہ آیت توحید شہودی پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے نہ کہ توحید وجودی پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ ممکنات نے خارج میں وجود کی بو بھی نہ سونگھی۔ واللہ اعلم۔ (۴)

صاحب تفسیر اگرچہ معنی و مطالب کی تفہیم کے لئے حدیثوں کو بھی لاتے ہیں۔ لیکن خاص بات یہ بھی ہے کہ وہ حدیث کے سند پر بھی ساتھ بھی گفتگو فرماتے ہیں۔ اس کے ضعف و قوی اور صحیح اور غیر صحیح کے حوالے سے بھی بحث زیر قلم لاتے ہیں۔ اور ایک واقع کو مختلف طرق سے بیان کرتے ہیں یہ قاضی صاحب کا اپنا منفرد انداز ہے جس سے پڑھنے والے کے لئے مسئلہ کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اور قارئین کے لئے فیصلہ کرنا یا کوئی رائے قائم کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ جا بجا فرماتے ہیں، کہ یہی اصح ہے۔ یا پھر حدیث کے بیان کرنے میں کئی کئی حوالہ جات دیتے ہیں۔ جس سے قارئین کے لئے بخوبی تمام باتیں واضح اور قابل قبول ہو جاتی ہیں۔

خاص بات یہ ہے کہ قاضی صاحب بڑے ہی عمدہ انداز میں تمام حوالوں اور دلائل کو نقل کرنے کے بعد نتیجہ بھی اخذ کیا ہے۔ دیگر آئمہ اربعہ اور جمہور کے اقوال اور اس پر ہونے والے اختلافات کو بیان کرنے کے بعد اقوال کہہ کر اپنی رائے بھی قائم کرتے ہیں۔ جس سے بعض مقامات پر انہوں نے مسلک سے غیر جانبداری کا اظہار بھی کیا ہے۔ جیسے خمر کے مسئلے پر آپ نے فرمایا:

امام ابو حنیفہ خمر سے مراد وہ پانی لیتے ہیں جو مسکر (نشہ دینے والا) ہو اور اس کے اوپر جھاگ بن جائے لیکن صاحبین نے جھاگ بننے کی شرط عائد نہیں کی ہے۔ امام مالک، شافعی اور احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر وہ مشروب جس کی کثیر مقدار نشے میں مبتلا کر دے وہ خمر ہے۔ اہل لغت بھی وہی معنی لیتے ہیں جو اسلاف نے لیا ہے۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ لغوی طور پر خمر ہر اس شئے کا نام ہے جو عقل کو ڈھانپ لے پھر فرماتے ہیں میری تحقیق یہ ہے کہ لفظ خمر عام اور خاص کے مابین مشترک ہے۔ ایک معنی پر اس کا اطلاق حقیقتاً ہے اور دوسرے معنی میں اس کا استعمال عموماً مجاز کے طریقے پر ہے۔ اور آیت طیبہ میں عام معنی مراد ہے۔ فرماتے ہیں اسکیں عموم زیادہ صحیح ہے۔ (۵) آیت نمبر ۲۱۹

مذکورہ عبارت پر نظر ڈالی جائے تو اس سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ قاضی صاحب نے خمر کی تعریف کے مسئلے میں خود امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہے۔ اور اپنی جداگانہ رائے کا اظہار مدلل طریقے سے فرمایا ہے۔ اور احناف کے نظریات سے اختلافات کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی۔ اگرچہ فقہ حنفی کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ نے تفسیر لکھی ہے۔

قاضی صاحب بعض قرآنی آیت سے مسائل بیان کرتے ہوئے اتنے دقیق حد تک چلے جاتے ہیں کہ اسلاف اور متقدمین علماء کے تمام اقوال اور انکے خیالات سامنے آجاتے ہیں اس طرح آپ تفسیر قرآن کو اسلاف اور علماء متقدمین کی آراء کی روشنی میں

کر کے زمانہ نبویؐ اور صحابہ کرامؓ کی یادیں تازہ کر دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر آیت "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی" کے تحت فرماتے ہیں:

طواف کی دو رکعتیں مراد ہیں یعنی طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعتیں ادا کرلو۔ حضرت امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ جب ہم آپ کے ساتھ کعبہ کے قریب پہنچے تو پہلے آپ حجر اسود کو استلام کیا پھر طواف کے تین چکروں میں رمل کیا۔ اور چار چکر لگائے چل کر پھر آپ مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اور یہ آیت پڑھی۔ پس آپ نے بیت اللہ شریف اور مقام ابراہیم کو مصلی بنایا۔

مذکورہ روایت کے بیان کے بعد قاضی صاحب نے مقام ابراہیم کے تعین کے حوالے سے کئی علماء کے اقوال نقل فرمائے۔ اور اس پر تحقیقی اور دیگر اقوال کو لیکر آئے ہیں مزید یہ کہ اس پر جرح بھی فرماتے ہیں۔ پھر طواف کی دو رکعتوں کے شرعی حکم کے حوالے سے بھی ایک عمدہ بحث زیر قلم کیا ہے۔ پھر امام بغوی سے وہ پورا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑنا اور ان کی آباد کاری اور پھر کچھ عرصے کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو جاتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوبارہ ملاقات کے لئے تشریف لانا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور انکے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیت اللہ کی تعمیر کرنا۔ ان تمام واقعات کو قاضی صاحب نے تفصیلی طور پر اس آیت کی بحث میں جگہ دی ہے۔(۲)

قاضی صاحب نے اس ضمن میں اتنے اقوال اور اسلاف کی آراء کا ذکر کیا ہے کہ قارئین کو گزشتہ تمام احوال ماضی قریب میں ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

خاص بات یہ ہے کہ وہ تفسیر بیان کرتے وقت کسی خاص مسلک یا فرقہ یا گروہ کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ دلائل و مسائل کی روشنی میں مسئلہ کو اخذ کر کے اس سے نتیجہ نکالتے ہیں۔ مذکورہ مثالوں سے بھی اس کو سمجھا جا سکتا ہے اگرچہ انہوں نے اپنی تفسیر میں دوسری تفاسیر جیسے الدرالمنثور اور تفسیر بغوی کو refrence کے طور پر کوڈ کیا ہے۔ قاضی صاحب نے جہاں مختلف فقہاء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے وہیں انہوں نے ان اُصول کا ذکر کیا ہے جس کی بنیاد پر اختلاف سامنے آئے ہیں۔ جیسا کہ حج کر افعال سے فارغ ہونے کے بعد روزے رکھنے کے بارے میں آپ نے فرمایا:

یعنی جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو سات روزے لازم ہیں یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا نقطہ نظر ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب تم مکہ سے اپنے افطار کا مقصد پورا کرتے ہوئے نکلو تو روزے رکھو جبکہ امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ اور وہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے کہ جب تم اپنے گھر کو پہنچ جاؤ۔ اس آیت میں رجوع سے مراد پر بھی فقہاء کا اختلاف سامنے آیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رجوع سے مراد گھر لوٹنا ہے اس سے قبل روزے جائز نہیں۔ امام مالک نے فرمایا جب حاجی مکہ مکرمہ سے گھر کے لئے نکل کھڑا ہو تو اسکا لوٹنا حج ثابت ہو گیا۔ تو اس کے لئے گھر پہنچنے سے پہلے بھی روزے رکھنا جائز ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت میں رجوع سے مراد حج سے فارغ ہونا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں جس نے حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ کو ہی وطن بنالیا اس کا کوئی اپنا وطن ہو تو بالاجماع مکہ میں اس کے لئے روزے جائز ہیں۔ اس

طرح جس کا وطن مکہ مکرمہ کے علاوہ ہو اس کے لئے بھی یہ جائز ہے تاکہ حقیقت ومجاز کا جمع ہونا لازم نہ ہو۔ واللہ اعلم (۷)

مذکورہ مسئلہ میں قاضی صاحب نے اختلاف کی بنیادوں کا ذکر کر دیا ہے کہ جس کی وجہ سے مختلف علماء کرام میں حج کے بعد کے روزوں کے معاملے میں اختلاف سامنے آیا ہے۔

قرآن کریم کے تمام الفاظ کو پہلے انفرادی طور پر انکی تفصیل اور پھر تمام کا مجموعہ خلاصہ کے طور پر اور پھر ہر معنی پر احادیث اور پھر اس سے نتائج اخذ کرتے ہیں جو کہ مصنف کا ہی خاصہ ہے۔ اسی بناء پر یہ تفسیر الفوز الکبیر کے طرز پر شمار کی جاتی ہے۔ قاضی صاحب الفاظ کے اپنے معنی کے اطلاق کو بھی بڑی عمدگی سے واضح فرماتے ہیں۔ اور اگر کسی حالات وواقعات کے تذکرے کی ضرورت پیش آئے تو اسے بھی بڑی عمدگی سے بیان فرماتے ہیں۔ اور صحیح اسناد کے ساتھ تحریر میں لاتے ہیں بلکہ اگر اسناد میں کوئی ضعف ہو تو اس کی چھان پھٹک بھی خوب کرتے ہیں۔ اس کی مثال زیر آیت "واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت" کی بحث میں بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔ (۸)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں قاضی صاحب نے اولاً تمام حروف کو انفرادی طور پر اس کے معانی ومطالب اور ایک دوسرے سے تعلق کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ واضح کیا پھر آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے والے واقع کو سند اور حوالوں کے ساتھ بیان کیا پھر حجر اسود کا جبل ابوقیس سے ملنا اور پھر اس کی تنصیب پر گفتگو فرمائی ہے۔

مزید مثالوں کیلئے مندرجہ ذیل آیتوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) بدیع السموات والارض واذا قضیٰ امراً فانما یقول کن فیکون (۱۰)

(۲) ربنا وابعث فیھم رسولا منھم (۱۱)

مذکورہ آیتوں کی تفسیر میں مصنف نے جس کمال علمی سے علم قرآنی کے تعلق کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے وہ صرف انہی کا خاصہ ہے نیز ان تفاسیر کو پڑھ کر مصنف کی وسعت علمی اور قرآن فہمی کا بھی قدرے اندازہ ہو جاتا ہے۔

قاضی صاحب کی خاص بات یہ بھی ہے کہ وہ زیر مطالعہ آیت نقل کرنے کے بعد تفصیل سے تفسیری مباحث بیان کرتے ہیں۔ پھر آیت کا وہ پہلو جس سے فقہی احکام کا استنباط ہوتا ہے ان مسائل کو بیان کرنے کے ضمن میں وہ احادیث مبارکہ اور مفسرین وعلماء کے اقوال درج کرنے کے بعد اس آیت سے بڑی خوبصورتی اور حسن ترتیب کے ساتھ مسائل کا استخراج بھی فرماتے ہیں۔

خمر اور میسر (جوا) سے نفع حاصل کرنے کے متعلق آیت: "یسئلونک عن الخمر والمیسر" (۱۲) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس بارے میں آئمہ کے مابین اختلاف ہے کہ آیا شراب سے علاج کرنا جائز ہے۔؟

تو اس میں حضرت امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ دواء کیلئے بھی شراب کا استعمال جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے کہ شراب کی تلچھٹ کو پیا اور اسے سر کی مانگ میں ڈالنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں خمر کے اجزاء ہوتے ہیں۔ اور حرام چیز سے انتفاع حرام ہوتا ہے۔ اسی لئے اس سے زخموں کا علاج کرنا یا جانور کی زخمی پیٹھ پر لگانا جائز نہیں، نہ ذمی کو پلانا جائز ہے۔ اور بچے کو دواء کیلئے بھی پلانا جائز نہیں۔ اور اس کا وبال پلانے والے پر ہوگا اسی طرح چاہیے کہ کوئی جانوروں کو بھی نہ پلائے۔

مذکورہ ابحاث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے قدرے وضاحت کے ساتھ آیت کی علمی ابحاث کو بیان فرمایا ہے۔ انتفاع خمر کی تمام صورتوں پر ہر جہت سے گفتگو فرمائی ہے حدیث "کل مسکر حرام" کے تحت مسکر کا حکم اسکی مقدار اسکی عام صورتیں اور پھر آئمہ اربعہ کے اقوال اور اختلاف بڑی عمدگی سے بیان کرتے ہیں۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں آپ نے تقریباً بارہ صفحات تحریر فرماتے ہیں۔ جو کہ دیگر آیتوں کی تفسیر کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔

ان ابحاث کی مزید نظیر مندرجہ ذیل آیت میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) طلاق کے بعد حلالہ کی بحث۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر 220 (۳)

(۲) مدت رضاعت پر تفصیلی گفتگو۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر 233 (۴)

(۳) صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد پر تفصیلی مضمون۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر 238 (۵)

قاضی صاحب نے احادیث واخبار کی اسناد پر بڑے ہی مدلل انداز میں جرح فرمائی ہے۔ انکی صحت پر تنقیدی انداز سے گفتگو بھی فرماتے ہیں۔ مثلاً علامہ بغوی نے ہاروت وماروت کا جو قصہ نقل کیا ہے۔ اسکو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

یہ قصہ اخبار احادیث میں سے ہے بلکہ روایت ضعیف شاذہ میں سے ہے قرآن کریم میں اس قسم کا کوئی اشارہ نہیں ہے بعض روایات کے جو اس قصہ کے متعلق ہیں۔ ان میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن کا عقل اور نقل دونوں انکار کرتے ہیں۔ مزید لکھا کہ محمد بن یوسف الصالحی سبل الرشاد میں لکھتے ہیں کہ شیخ کمال الدین نے فرمایا ہے کہ آئمہ اربعہ نے اس قصہ کو صحیح قرار نہیں دیا اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی روایت کو ثابت نہیں کیا۔ العاصی نے لکھا ہے کہ اس قصہ کے متعلق حضور ﷺ سے نہ تو صحیح اور نہ کوئی سقیم روایت مروی ہے۔ یہ یہود کا افتراء اور من گھڑت قصہ ہے۔ آخر میں امام بیضاوی کا قول نقل فرماتے ہیں، کہ یہ قصہ یہود کا بیان کردہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بزرگوں کے رموز سے ہو اور اس کا حل اسباب بصیرت پر مخفی نہیں۔(۶)

المختصر یہ کہ قاضی صاحب نے ان من گھڑت روایت کا شدومد کے ساتھ انکار کیا ہے۔ یہ یقیناً قاضی صاحب کے منفرد انداز تفسیر کو نمایاں کر رہا ہے کہ انہوں نے اسرائیلیات کو بھی عقلی ونقلی بنیادوں پر پرکھا اسکے بعد اپنی تفسیر میں اسکا تذکرہ فرمایا:

یہاں یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہوگا کہ قاضی صاحب نے امام بیضاوی کے نظریے کو اپنایا۔ اور ان ابحاث کے فوراً بعد اپنے روایتی صوفیانہ انداز سے اس آیت کی تفسیر بڑے ہی حسین پیرائے میں فرمائی ہے۔

کتب سے استفادہ: قاضی صاحب نے اپنی تفسیر میں بے شمار کتب سے استفادہ فرمایا ہے۔

آپ نے اپنی تفسیر میں جن مصادر ومراجع کو بنیاد بنایا ہے۔ ان میں کتب حدیث کے علاوہ تفاسیر بھی ہیں۔ وہ تفاسیر جن کے حوالہ جات درج ذیل ہیں ان میں:

☆ الدر المنثور للسیوطیؒ۔ ☆ معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی

☆ تفسیر بیضاوی ☆ تفسیر طبری ☆ الجامع لاحکام القرآن

☆ روح المعانی
☆ تفسیر خازن

ان تفاسیر کے علاوہ جن کتب حدیث سے استفادہ کیا ہے ان میں صحاح ستہ کے علاوہ:

☆ شعب الایمان
☆ سنن دارمی
☆ کنز العمال
☆ جامع الاحادیث الکبیر
☆ مشکوٰۃ المصابیح
☆ الدیلمی کی الفردوس بماثور الکتاب
☆ سنن دارقطنی
☆ مسند الفردوس
☆ موطا امام مالک
☆ مصنف عبدالرزاق
☆ شرح معانی الآثار
☆ سنن کبریٰ بیہقی

اس کے علاوہ اور دیگر بہت سی کتابیں شامل ہیں۔ آپ نے ایک حدیث کے مراجع کے طور پر کئی کتب کے نام لکھے ہیں۔ حضرت علامہ قاضی صاحب کو بیہقی وقت کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ تفاسیر کی ان کتب سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں۔ جن میں قرآن کریم کی تفسیر میں احادیث اور آثار صحابہ پر زیادہ اعتماد کیا اور ان میں زیادہ تر انحصار احادیث و آثار پر کیا گیا ہے۔

ایک تنقیدی جائزہ

زیر نظر مضمون میں چند سطر تفسیر مظہری کے چند پہلوؤں کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سے اس تفسیر کی عمدگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ گویا کہ اس ضمن میں ابھی بہت کچھ بیان کرنا باقی ہے۔ چونکہ تفسیر کلام قرآنی نہیں لہٰذا یہ ضروری نہیں اس کو تمام عیوب و نقائص اور خامیوں سے پاک اور مبرا سمجھا جائے۔ ایک قاری کی حیثیت سے تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے جو کچھ میں نے سمجھا اپنے اس تنقیدی جائزہ میں ذکر کر رہا ہوں۔

قاضی صاحب نے بے شمار مقامات پر الفاظ کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے یا پھر احادیث مبارکہ اقوال صحابہ سے آیت تفسیر کرنے میں کافی اختلاف کو واضح کیا ہے۔ جس سے پڑھنے والا یقیناً confuse ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اس کے حقیقی معنی و مطالب سے بہت دور چلا جاتا ہے اور وہ اکتاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

بسم اللہ آیت کا جز ہے یا نہیں۔ اس مسئلے پر ایک طویل بحث فرماتے ہیں۔ اور مختلف روایت اور اقوال سے اس کے جز ہونے یا نہ ہونے پر دلائل قائم کرتے ہیں یقیناً ان ابحاث سے ایک عام قاری تذبذب اور کشمکش کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

خود قاضی صاحب نے بھی ان ابحاث کی طوالت کا اظہار فرمایا ہے۔ انہیں کی زبانی سنئے: سورۃ البقرہ آیت نمبر 29 کے تحت آسمانوں کی مسافت کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میں (مفسر) کہتا ہوں مسافت کے متعلق جو احادیث میں وارد ہے۔ وہ یا تو چلنے والوں کے اعتبار سے ہے۔ یا مطلقاً بعد

اور مسافت کی کثرت بیان کرنا مراد ہے۔ تعیین مقصود نہیں۔ اور اکثر بہتر بہتر کا ذکر راوی کے شک کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم کلام طویل ہو چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علم ہیئت اساساً اور بناءً باطل ہے۔ اور یہ چیز عقلاً اور شرعاً ثابت ہے کہ تمام ستارے آسمان دنیا میں مرتکز ہیں۔

مذکورہ بحث میں قاضی صاحب نے کلام کی طوالت کا خود بھی اظہار فرمایا۔(۱۵)

اکثر وبیشتر آیات پر قاضی صاحب نے قراءکرام کے اختلافات کو بھی ذکر کیا ہے۔ اور علم تجوید کے حوالے سے ایک طویل بحث فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ ابحاث اگرچہ تجوید کا ذوق رکھنے والے قارئین کو بہت معلومات فراہم کرتی ہے۔ لیکن عام قارئین کیلئے یہ ابحاث یقیناً اصل مقصود سے ہٹاتا ہے جو کہ فہم قرآن ہے۔

چنانچہ آیت "ملک یوم الدین" کی تفسیر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے تجوید کے حوالے سے ایک لمبی بحث فرمائی ہے۔ جو کہ تقریباً (3) صفحات پر مشتمل ہے۔

اسی طرح مختلف مقامات پر دوران تفسیر نحوی بحث بھی بڑی دقیق انداز میں اور طوالت کے ساتھ ملتی ہے۔ جو کہ صاحب نحو کے لئے یقیناً دلچسپی کا باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں مذکور ہونے والے نحوی حضرات کا اختلاف مثلاً سیبویہ اور خلیل نحوی یہ یقیناً عام قارئین کے لئے دقت اور پریشانی کا باعث ہوگا۔ علاوہ ازیں قاضی صاحب نے قرآنی آیت کو سمجھنے کے لئے احادیث اور دوسری تفاسیر کا بھی سہارا لیا ہے۔ اور وہاں بھی بے شمار اختلافات کو ذکر کیا گیا ہے۔ جسے پڑھنے والے کو حتمی نتیجہ اخذ کرنے میں بے حد دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور وہ ان آئمہ اور محدثین کے اختلاف میں بھی الجھ کر رہ جائے گا۔

جہاں جہاں مسلکی بنیادوں پر اختلاف سامنے آئے ہیں آپ نے مسلک حنفی کو بھی اکثر مقامات پر اپنے دلائل اور اقوال صحابہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسکی مخالفت میں آنے والے دلائل کا بڑی شدومد سے رد کیا ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر آپ دوران تفسیر غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن اکثر مقامات پر معاملہ اس کے برعکس ہے۔

مثال کے طور پر سورۃ فاتحہ کے بعد آمین بلند آواز سے کہنا چاہئے یا آہستہ۔ آپ نے دلائل سے پہلے ہی یہ مفروضہ قائم کردیا کہ سورۃ فاتحہ کے ختم کے وقت علیحدہ سے آمین کہنا سنت ہے۔ اور پھر اس کے بعد اس مفروضہ کو ثابت کرنے کیلئے دلائل پیش فرمایا یعنی دلائل سے پہلے ہی مفروضہ۔

قاضی صاحب نے ویسے تو احادیث کی صحت اور دیگر اقوال قراء وفقہاء پر بہت جرح فرمائی ہے۔ لیکن بڑی عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے اپنی تفسیر میں اسرائیلی روایت کو بھی جگہ دی ہے۔

چنانچہ سورۃ البقرہ آیت نمبر 36 کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حضرت سعید بن جبیر اور عبداللہ بن عباس کی روایت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے کہا کہ حوا نے مجھے اس کام کو مزین کرکے پیش کیا تھا۔ میں اسے یہ سزا دیتا ہوں کہ یہ حاملہ ہوگی تو تکلیف کے ساتھ بچے جنے گی تو بھی تکلیف کے ساتھ ایک مہینہ میں دو مرتبہ اسے خون آئے گا۔ حضرت حوا یہ سن کر رونے لگی تو کہا گیا تمہیں اور تمہاری بیٹیوں

کیلئے رونا ہوگا۔(۱۸)

قاضی صاحب نے بعض مقامات پر بڑے ہی اختصار کے ساتھ کام لیا ہے۔محض وصرفی ونحوی گفتگو فرماتے ہیں اور تفسیر کا تذکرہ کر دیتے ہیں۔جس سے فہم قرآن کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اس کی مثال سورۃ البقرہ کی آیت نمبر (۸۵) جو کہ تقریباً 762 حروف پر مشتمل ہے۔اس آیت کی تفسیر میں آپ نے محض اس کی نحوی وصرفی اور تجویدی بحث فرمائی ہے۔اور آیت کا مراد کامل طور پر واضح نہیں کیا گیا۔(۱۹)

علاوہ ازیں ناسخ ومنسوخ کی بحث میں بھی مفسر نے بہت عجلت پسندی دکھائی ہے۔محض اس کی نحوی وصرفی بحث فرما کر آیت کی تفسیر کو ختم فرما دیا ہے۔اور ناسخ ومنسوخ کی تفصیلات کو واضح نہ فرمایا جو کہ ایک تفصیل طلب مسئلہ ہے اور اس مسئلہ پر مفسرین نے طویل ترین گفتگو فرمائی ہے۔

قاضی صاحب نے بعض مقامات پر آیت سے استخراج ہونے والے مسائل پر اتنی تفصیل کے ساتھ بحث فرمائی ہے کہ آیت کا اصل مفہوم ان ابحاث میں کہیں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔

چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت "حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ" کی بحث میں آپ نے کئی علماء اور محدثین کے اقوال اور ان کے دلائل نقل فرماتے ہیں تقریباً ہر نماز کے صلاۃ الوسطیٰ ہونے پر دلیلیں قائم فرمائی ہیں۔اس مختصر سی آیت پر تقریباً 4 صفحوں کو قلم قرطاس کیا ہے۔اس سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ قاضی صاحب نے تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد کسی نتیجہ کر اخذ کئے بغیر بلکہ صرف واللہ اعلم معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا جو کہ یقیناً آیت کے مقصود ومراد کے تعین میں یقیناً نافع ثابت نہ ہوگی۔

حوالہ جات

۱۔ نزہۃ الخواطر: جلد نمبر (7) صفحہ نمبر 128، العلامۃ الشریف عبدالحی بن فخر الدین، ادارہ تالیفات اشرفیہ۔
۲۔ تذکرہ علمائے ہند: مولوی رحمان علی (مرحوم) مترجمہ محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔
۳۔ نزہۃ الخواطر: جلد نمبر (7) صفحہ نمبر 128۔
۴۔ تفسیر مظہری، مترجم سید عبد الدائم جلالی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 204
۵۔ تفسیر مظہری ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 387
۶۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 213
۷۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 342
۸۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 218
۹۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 47
۱۰۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 203

۱۱۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 220

۱۲۔ ایضاً: آیت نمبر 219 جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 386

۱۳۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 445

۱۴۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 456

۱۵۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 470

۱۶۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 190

۱۷۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 111

۱۸۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 122

۱۹۔ ایضاً: جلد نمبر (1) صفحہ نمبر 168